121423 ـ والد سفر پر گيا تو دادے نے پوتى كے ناپسند كرتے ہوئے بھى شادى كردى تو كيا يہ عمل صحيح ہے ؟

سوال

ايك لڑكى كا والد دوسرے ملك گيا، اس كے جانے كے بعد دادے نے پوتى كى شادى كر دى اور پوتى اسے ناپسند كرتى تھى دادے نے لڑكى كے والد كو بھى نہ بتايا اس كا خيال تھا كہ والد اس پر موافق ہے اور اس طرح شادى ہو گئى، اور جب والد كو اس شادى كا علم ہوا تو اس نے اس شادى سے انكار كيا اور اس كى طلاق لينے كے عزم كا ظاہر كر ديا، اور جب والد سفر سے واپس آيا تو فيصلہ واپس لے ليا اور رخصتى كے طويل عرصہ بعد لڑكى نے بھى اس شادى كو منظور كر ليا، تو كيا يہ عقد نكاح صحيح ہے ؟
اور اس مدت كے متعلق كيا حكم ہے جس ميں وہ اس شادى سے انكار كرتى رہى، اور كيا باپ كے علم كے بغير دادا كو اس شادى كا حق حاصل تھا ؟
اور اب اس شادى كو كئى برس گزرنے كے بعد ان لوگوں پر كيا لازم آتا ہے ؟

پسنديده جواب

الحمد للہ.

اول:

نكاح صحيح ہونے كے ليے شرط ہے كہ عقد نكاح كے وقت ولى يا اس كا وكيل موجود ہو اور وہ نكاح كرے؛ كيونكہ نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" ولى اور دو عادل گواہوں كے بغير نكاح نہيں ہوتا "

اسے امام بيہقى نے عمران اور عائشہ رضى اللہ تعالى عنہما سے روايت كيا اور علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح الجامع حديث نمبر (7557) ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

اور نبى كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" جو عورت بھى ولى كى اجازت كے بغير نكاح كريگى اس كا نكاح باطل ہے، اس كا نكاح باطل ہے "

مسند احمد حديث نمبر (24417) ابو داود حديث نمبر (2083) سنن ترمذى حديث نمبر (1102) علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح الجامع حديث نمبر (2709) ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

عورت كا ولى اس كا باپ پھر اس كا بيٹا اور پوتا (اگر اس كا بيٹا ہو) پھر اس كا سگا اور حقيقى بھائى، پھر باپ كى جانب سے بھائى، پھر ان كے بيٹے، پھر عورت كے چچا، پھر چچا كے بيٹے پھر باپ كے چچا، پھر حكمرا "

ديكھيں: المغنى (9 / 355).

قريبى ولى كى موجودگى اور اس كے حاضر ہونے يا وكيل بنانے كے امكان كى صورت ميں دور والا ولى عورت كى شادى كرنے كا حق نہيں ركھتا.

اور اگر قريبى ولى كى غير موجودگى ميں دور والا ولى كسى لڑكى كى شادى كر دے تو اس ميں اہل علم كا اختلاف پايا جاتا ہے، كچھ تو كہتے ہيں كہ: اگر وہ غياب منقطع ہو يعنى اس كى كوئى خبر نہ ہو تو پھر دور كے ولى كو شادى كا حق ہے، اور كچھ كہتے ہيں كہ اگر قريب كے ولى سے رابطہ ممكن نہ ہو اور برابر كا مناسب رشتہ نہ ملنے كا خوف پيدا ہو جائے تو پھر دور كا ولى شادى كر سكتا ہے.

اور كچھ كہتے ہيں كہ: كسى بھى حالت ميں دور كا ولى شادى نہيں كر سكتا، بلكہ اس كى شادى حكمران كريگا.

الموسوعة الفقهية ميں درج ہے:

" جمہور علماء كے ہاں بغير ولى كے نكاح صحيح نہيں، اور نكاح ميں قريب ترين ولى كا خيال ركھا جائيگا، كہ قريب ترين ولى شادى كرے، اور اگر قريب ترين ولى غائب ہو تو پھر علماء كا اختلاف ہے:

احناف اور حنابلہ كہتے ہيں: جب قريب كا ولى غائب ہو اور اس كا رابطہ بھى نہ ہو تو دور كے ولى كے ليے شادى كرنا جائز ہے، مثلا اگر باپ غائب ہے تو پھر دادا شادى كريگا، اور يہ حكمران پر مقدم ہوگا، بالكل اسى طرح اگر قريب والا فوت ہو جائے.

اور احناف كے ہاں منقطع غائب كى حد يہ ہے كہ وہ كسى ايسے علاقے ميں ہو جہاں سے سال ميں صرف ايك بار قافلہ آتا ہو، اور قدورى نے بھى يہى اختيار كيا ہے.

اور ايك قول يہ ہے كہ: مدت كى كم از كم مدت پر ہو، كيونكہ اس كى زيادہ مدت كى انتہاء ہى نہيں.

اور ايك قول يہ ہے كہ: جب اس حالت ميں ہو كہ ولى كى رائے جاننے كے ليے وقت چاہيے اور اس سے برابر كا مناسب رشتہ نہ ملنے كا خوف ہو.

اور حنابلہ کہتے ہیں کہ: منقطع غائب یہ ہے کہ جس مساف کو مشقت و تکلیف سے ساتھ قطع کیا جائے، البھوتی نے موفق سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے: یہی اقرب الی الصواب ہے.... تو اس طرح مقطع غائب قصر کی مسافت سے زائد ہوگا، کیونکہ اس سے کم مسافت حاضر کے حکم میں ہوتا ہے.

اور مالکیوں کے ہاں یہ ہے کہ اگر قریب ترین ولی غائب ہو تو غائب کی لڑکی کی شادی حکمران کریگا کوئی اور ولی نہیں اور ولی مجبر کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کرنا نہ تو حکمران کے لیے جائز ہے اور نہ ہی دوسرے ولیوں کے لیے.

حتی کہ ان کا کہنا ہے اگر ولی کی اجازت کے بغیر حکمران یا کسی دوسرے ولی نے شادی کر بھی دی تو اس کا نکاح فسخ ہو جائیگا چاہے ولی نے علم ہونے کے بعد اسے برقرار بھی رکھا، اور چاہے اولاد بھی پیدا ہو گئی.

اور شافعی حضرات کا کہنا ہے: اگر نسب اور ولاء کے اعتبار سے قریب ترین ولی دو مرحلوں کی مسافت پر غائب ہو اور اس علاقے میں کسی کو وکیل بھی نہ بنایا ہو یا پھر قصر کی مسافت پر دو اس علاقے کا حکمران یا اس کا نائب اس کی شادی کریگا، نہ کہ اس علاقے کے علاوہ کوئی اور حکمران، اور صحیح یہی ہے کہ دور کا ولی بھی اس کی شادی نہیں کریگا " انتہی مختصرا

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (31 / 322).

اور " زاد المستقنع " میں ہے کہ:

" اگر قریب ترین ولی اس کی شادی نہ کرے، یا اس میں اہلیت نہ ہو، یا پھر غائب منقطع ہو جس میں اسے ملنے کے لیے مشقت و تکلیف اٹھانی پڑے تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا "

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" قولہ: " یا غائب منقطع ہو جس کو پانے کے لیے مشقت و تکلیف اٹھانا پڑے تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا " یعنی عورت کا مثلا باپ یا بھائی یا اس کا ولی غائب ہو تو اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اس تك جانے کے لیے مشقت و تکلیف ہو تو دور کا ولی اس کی شادی کریگا.

اور مؤلف رحمہ اللہ نے اس عیبوبت کی قید یہ لگائی ہے کہ اس کو مشقت اور تکلیف کے ساتھ قطع کیا جائے، تو وقت اور دور کے اعتبار سے یہ مختلف ہوگی، پہلے دور میں شہروں کے درمیان مسافت طے کرنے میں مشقت و تکلیف تھی، لیکن اب تو اتنی سہولت ہو چکی ہے کہ سفر کی ضرورت ہی نہیں رہی، بلکہ ٹیلی فون کے ذریعہ سے بات چیت کی جا سکتی ہے، یا پھر وکالت نامہ لکھ کر فیکس کر سکتا ہے، لہذا مسئلہ تبدیل ہو چکا ہے.

اور بعض اہل علم نے قید لگائی ہے کہ اگر غائب ایسا ہو کہ وہ رشتہ ہی نکل جائے یعنی مثلا وہ شخص کہے کہ میں دو تین یا دس دن یا ایك ماہ تك انتظار نہیں کر سکتا مجھے ایك دن میں ہی بتاؤ وگرنہ میں رشتہ نہیں کرتا.

تو اس صورت میں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر غائب ہونے کی بنا پر برابری کا رشتہ ہاتھ سے نکل جانے کا خدشہ ہو تو اس کی ولایت ساقط ہو جائیگی....

یہ کہنا چاہیے کہ: اگر ولی سے رابطہ کرنا ممکن ہو تو پھر دور کا ولی اس کی شادی نہ کرے؛ اس میں سبب یہ ہے کہ اگر اس حالت میں رابطہ ہو سکنے کے باوجود یہ کہیں کہ دور کے ولی کے لیے اس کی شادی کرنا جائز ہے تو اس سے بدنظمی پیدا ہوگی، اور ہر انسان جو کسی عورت سے شادی کرنا چاہےگا تو والد کے سفر مثلا حج وغیرہ پر جانے کی صورت میں لڑکی کے چچا کے پاس جا کر رشتہ طلب کریگا اور کہےگا کہ میرے ساتھ اس کی شادی کر دو، تو اس طرح ایسی بدنظمی پیدا ہو گی جس کی کوئی حد نہیں، چنانچہ صحیح یہی ہے کہ قریب ترین ولی کا خیال کرنا ہو گا اور خاص کر والد میں اس لیے اس کی شادی ایسی صورت میں کی جائیگی جب ایسا کرنا ممکن نہ ہو.

مثلا اگر فرض کریں کہ باپ یورپی ممالك میں ہے اور اس کے متعلق ہمیں خبر بھی نہیں تو یہاں ہم کہیں گے اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے لڑکی کی مصلحت کو ختم نہیں کریں گے کیونکہ ممکن ہے اس سے رابطہ کرنے اور تلاش کرنے میں دو یا تین ماہ یا ایك برس لگ جائے اور ہمیں اس کی خبر نہ ہو.

اس لیے صحیح یہی ہے کہ جب قریب ترین ولی سے رابطہ کرنا ممکن ہو تو یہ واجب ہے، اور اگر ممکن نہیں اور برابر اور مناسب رشتہ کھو جانے کا خدشہ ہو تو پھر دور کا ولی اس کی شادی کر سکتا ہے " انتہی

دیکھیں: الشرح الممتع (12/ 89 - 91).

دوم:

نکاح صحیح ہونے کے لیے خاوند اور بیوی کی رضامندی شرط ہے، اور باپ کے علاوہ کسی دوسرے ولی کو جمہور فقہاء کے ہاں اپنی بالغ اور کنواری بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا جائز نہیں، اس لیے دادے کو کنواری اور عقلمند لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنے کا حق نہیں، اگر وہ اس کا نکاح کر دے اور لڑکی اس کو پسند نہ کرتی ہو تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا.

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الموسوعة الفقهية (41 / 259 - 267).

راجح یہی ہے کہ باپ بھی عاقل و بالغ کنواری بیٹی کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ اس سے اجازت لینی ضروری ہے؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" (پہلے خاوند والی) شادی شدہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا، اور نہ ہی کنواری کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کیا جائیگا، صحابہ کرام نے عرض کیا: اس کی اجازت کس طرح ہوگی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی اجازت اس کا سکوت اور خاموشی ہے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5136) صحیح مسلم حدیث نمبر (1419).

اوپر فقہاء کرام کی جو کلام بیان ہوئی ہے اس کی بنا پر اور باپ ایسا غائب نہیں کہ اس تك جانے میں مشقت برداشت کرنی پڑے ۔ کیونکہ اب تو مسافر کے ساتھ رابطہ کرنے میں بالکل آسان ہے... اور اس کے ساتھ کہ جب اسے نکاح کا علم ہوئے تو وہ اس کا انکار کرے، اور یہ بھی کہ بیوی اثنائے عقد میں بیوی اس شادی کو ناپسند کر رہی ہو، چنانچہ ہماری رائے تو یہی ہے کہ نکاح کی تجدید کر لی جائے، اور اگر ان کی اولاد ہے تو وہ اپنے باپ کی جانب منسوب ہونگے؛ کیونکہ اس نے نکاح کیا تو وہ اس کو صحیح سمجھتا تھا.

اولیاء کو چاہیے کہ وہ اللہ کا تقوی اختیار کریں، اور عورتوں کا نکاح ایسی شخص سے مت کریں جسے وہ ناپسند کرتی ہیں، اور وہ حدود اللہ کا کا خیال رکھیں، اور جس کو مقدم کرنا حق ہو اس پر کسی اور کو مقدم مت کریں.

اللہ سبحانہ و تعالی سے دعا ہے کہ سب کے حالات کی اصلاح فرمائے.

واللہ اعلم .